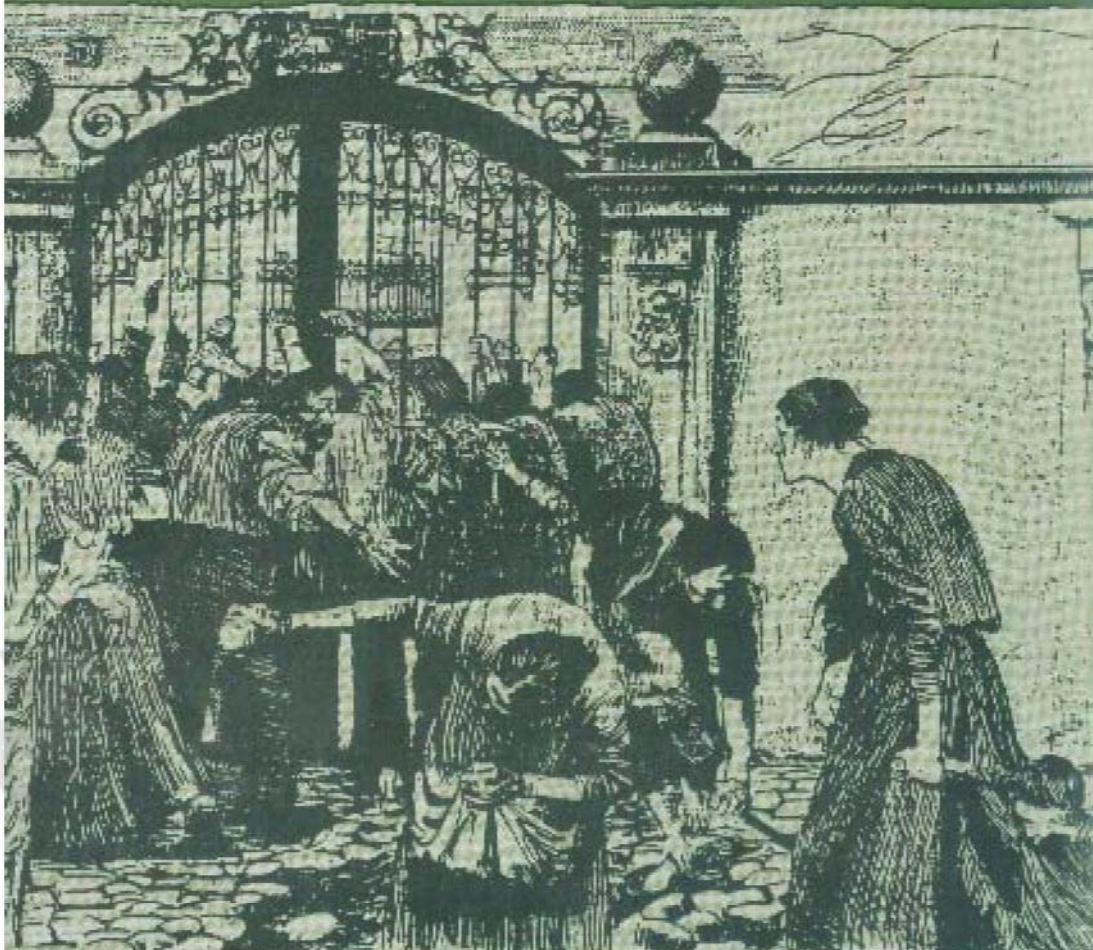


فوستاما

آثاری سلوان

ترجمه: اصفهانی



فونتا مارا

اگناز یو سلو نے

ترجمہ: آصف فرنخی

مشعل

آر-بی 5، سینٹ فلور، عوامی کمپلکس
پاکستان 54600 عثمان بلاک، نیو گارڈن ٹاؤن، لاہور

Ignazio Silone: Fontamara

اگنیازیو سلو نے: فونتمارا

Copy right C 1981 PENGUIN INC

مترجم آصف فرجی
ناشر: مشعل بکس

Urdu translation: Asif Farrukhi

Published by: Mashal Books

تعارف

یہ جس کتاب کا آپ ترجمہ پڑھنے جا رہے ہیں اور جس کا نام فونتمارہ ہے یہ ایک اطالوی کسان دوست انقلابی کا ناول ہے جو آج سے ترstell چونٹھ سال پہلے لکھا گیا اور اپنے دور میں عظیم ناول مانا گیا۔ یہ اس ناول کی عظمت ہی کا اعتراض ہے کہ اس کے تازہ ترین ایڈیشن کا ترجمہ آصف فرنخی نے نہایت آسان اور سلیس اردو میں کر کے اردو قارئین کو واقعی ایک نعمت سے نوازا ہے۔ یہ ناول بیسویں صدی کی تیسری دہائی کے آخری دنوں کے اطالیہ کی عکاسی کرتا ہے، اس وقت کے اطالیہ پر مولیٰ کی فسطائی آمریت کے گھر سے سائے چھائے ہوئے تھے اور عوام اس کی چکی میں پس رہے تھے۔ ابھی فسطائیت کے ہولناکیوں کے چرچے عام ہی ہوئے تھے جب اس زمانے میں فونتمارا کی مصاف سلو نے خود ہی پادری بننے بننے کسان تحریک میں شامل ہو کر کسانوں کی طرف سے فسطائیت کی مزاحمت کرنے لگا۔ لیکن جب تشدید بہت بڑھ گیا تو اس نے ملک کو خیر باد کہہ دیا اور سوئزر لینڈ چلا گیا۔ یہ ابھی وہیں تھا کہ جرمی بھی تازی پارٹی کے سربراہ اڈولف ہٹلر کی گرفت میں چلا گیا۔ لیکن پھر جرمن فاشزم کے جواب میں فاشست دشمن تحریکیں بھی ابھر نے لگیں غالباً بھی فضا تھی۔ جس نے سلو نے کو بھی اطالوی فاشزم کی مزاحمت کرنے کی ترغیب دی جس کا نتیجہ 1934ء میں اس ناول کی شکل میں ظاہر ہوا۔ اس کی اشاعت نے تہلکہ چا دیا اور دیکھتے دیکھتے اس ناول کے ترجمہ دوسری زبانوں میں ہونے لگے۔

اس ناول نے یورپ سے اٹھنے والی فاشزم دشمن تحریک کو ہی مجہیز نہیں لگائی بلکہ ہم جیسے تیسری دنیا کے غلام ممالک کے بنتے والوں کی سامراج دشمن تحریک کو بھی سہارا دیا۔ یہی وجہ تھی کہ فونتمارا اسی شہر لاہور میں اس صدی کی چوتھی دہائی کے شروع میں یا پانچویں دہائی کے ابتدائی سالوں میں ترجمہ ہو کر شائع ہوا۔ اس زمانے میں اس کا ترجمہ ہمارے دوست حسن عباس نے کیا تھا۔ حسن عباس کی شہرت فرنتمارا کے ترجمے کی وجہ سے نہ ہو سکی کیونکہ وہ ان کے نام سے شائع عہمیں ہوا تھا حالانکہ اس کے اصل مترجم وہ ہی تھے لیکن حسن عباس کی اصل وجہ شہرت اسکی سعادت حسن اور بار علیگ سے دوستی تھی اور خود بھی کئی ایک کہانیاں انہوں نے خود لکھیں لیکن اس میدان میں وہ اپنانام کمانہ سکے۔

در اصل فاشزم کے خلاف کتابوں اور تحریروں کی ضرورت جتنی آج تیرے دنیا کے

مماکن کو ہے وہ اس سے پہلے کبھی نہیں تھی کیونکہ آج ہمیں ایک اور قسم کی فضائیت سے خطرہ ہے۔ یہ فضائیت ہے عقل و ذہن نظریات کی یہ فضائیت ہے ملائیت کی۔ اگر آج ذی ہوش لوگ اس کے خلاف بندھنے باندھ سکتے ہم بھی تیری دہائی کے مسویں جیسے مظالم کی چکی میں پس جائیں گے یا پھر 1933ء اور 1934ء سے شروع ہونے والے جرمن دور کی ”منصوبہ بندی“ کا شکار ہو جائیں گے اور نہ معلوم کتنے اہل علم مذہب اور نظریات کے بنابر زندان میں چھینکے جائیں۔ اٹلی میں جو بیتی وہ تو فوت مارا پڑھنے سے قادری کو معلوم ہو جائے گا لیکن سب سے ضروری بات جس کی طرف دھیان دلانا ضروری ہے وہ ہے کہ فاشزم کی نوعیت کو جانا جائے۔

فاشزم کے عروج کے زمانے میں فضائیت کے حامی دانشوروں اور علمانے اس نظام کو تقدیس بخشنے کی پوری پوری کوشش کی اور اسکے ڈانڈے کبھی ہیگل کے فلسفہ سے ملانے کی کوشش کی اور کبھی نیچے کے مرداں ہن کی فاشزم کا مظہر قرار دیا۔ لیکن بقول ہیرلڈ لاسکی۔ ہنی لحاظ سے فاشزم تک پہنچنے کی یہ کوشش غلط ہے کیونکہ فاشزم کے بانی جاہل اور غیر تعلیم یافتہ لوگ تھے جن کا کسی منطقی سشم سے کوئی تعلق نہیں ہو سکتا تھا۔ یہ لوگ اپنے اپنے بیانوں کے مطابق اپنی اپنی سوسائٹی میں ناکام زندگی بسر کر رہے تھے۔ لیکن ان کی امنگوں کی کوئی حد نہیں تھی۔ ابتداء ہی سے انہوں نے سوسائٹی کے قوانین کی خلاف ورزی کی ابھی ان قوانین سے نفرت تھی کیونکہ وہ ان کی کامیابی میں حائل تھے۔ دونوں امرؤں (یعنی مسویں اور ہٹلنے ان قوانین خلاف احتجاج کیا۔ مسویں اس احتجاج کے لئے اٹلی کی سو شلیٹ تحریک میں شامل ہو گیا۔ ہٹلنے بھی اپنے اردو گرد اسی قسم کے لوگ جمع کر لئے تھے دونوں نے اپنے اردو گرد بیکار فوجوں اور غیر مطمئن لوگوں کو جمعہ کر لیا۔ سازشی کاموں کے لیے خنیہ جماعتیں بنائی گئیں۔ جنگ عظیم کے بعد تھکے ماندے اٹلی اور جرمنی غیر مطمئن عوام کو اپنے اردو گرد جمع کر لینا کوئی مشکل کام نہیں تھا۔ ان لوگوں نے عوام کی مشکلات کا پورا فائدہ اٹھایا۔ عوام چونکہ نفرت کے نام سے ابھارے جاسکتے ہیں اس لئے عوام سے کہا گیا کہ ان کے سب سے بڑے دشمن یہودی، بلوشویک، سرمایہ دار اور سو شلیٹ ہیں۔ اپنی قوم کو اس کے شاندار ماضی سے بہتر مستقبل دینے کا وعدہ کیا۔ انہوں نے اپنے پیروں کو تلقین دی کہ طاقت ان کے مسائل کا حل ہے۔ انہوں نے اپنے ساتھیوں کو تشدید کا سبق دیا۔

فضائی جوڑ توڑ کے بارے میں تین باتیں قابل غور ہیں۔ اولاً فاشزم کے کوئی اصول نہیں ہیں۔ یہ اپنی طاقت اور پوری توانائی اور مقبولیت عوام کی شکایات اور ان کی نفرت سے حاصل کرتا

ہے۔ نیز فاشرم ان بے کار ویروزگارنو جوانوں سے ان عناصر سے انتقام لینے کا وعدہ کرتا ہے جن کی وجہ سے ان کو بے روزگاری اور بے کاری کی چکی میں پسناپتا ہے۔ یہ فسطائی لیدر اور ان کے مالی حوالی عوام کی شکایات اور ان سے پیدا شدہ بتانے کی بخ کنی کا وعدہ کرتے ہیں، غرضیکھو بے بزر باغ دکھائے جاتے ہیں۔ ایک عالم پر عیاں تھا کہ آغاز کارہی سے ان وعدوں کی تجھیل ناممکن تھی کیونکہ ان وعدوں میں باہمی تضاد تھا۔ لیکن جب فسطائی تحریکوں نے عوام اور بالخصوص بے کار و بے روزگارنو جوانوں کو اپنی طرف راغب کرنا شروع کیا اور ساتھ ہی معاشری بحران بڑھتی ہوئی قیمتیوں اور مجموعی سیاسی بے چین نے ان فسطائی تحریکوں کو بہت حد تک عوام میں مقبول بنایا تو عام سرکاری افسر جو پہلے ہی جمہوری اداروں کے بنیادی طور پر مختلف تھے وہ ان تحریکوں کے ہمنوا ہو گئے۔ اسکے بعد جرمن صنعت کار، تاجر، سول سروس کا افسر طبقہ، امراء اور فوجی چناؤں و جان سے ناتسیوں کے حاشیہ برادر بن گئے اور ان کی دیکھا دیکھی برطانیہ اور فرانس نے پوری شہدی تاکہ جرمنی کو پھر بولشویک روس سے لڑوا دیا جائے۔ انہوں نے چار برس میں جرمنی کو پوری طرح ہتھیاروں سے لیں ہوئے، ہتھیار تیار کرنے چہاڑ بنانے کی چھٹی دی۔ ویسے اس دور کی تاریخ اور تاریخ کے عمل میں جو قوتیں بر سر پیکار ہوئیں ان خیر و شر کی دونوں قوتیں تھیں۔ بہر حال یہ حقیقت ہے کہ فاشرم کے خلاف بڑا محاذ تہذیب کے نام لیوا قلم کاروں نے، موسیقاروں نے قائم کیا تھا، غالباً کسی حق و باطل کی جدوجہد نے ان عناصر کے لہو کو پہلے گرمایا تھا۔ فاشرم کے خلاف لڑی جانیوالی جنگ نے ان کے اندر انسان کے مستقبل کو محفوظ کرنے کے لئے عزم کو پختہ کیا۔ اور یہ عزم ہی تھا جسکی بدلت دیں دیں کے شاعر اور ادیب مصوروں اور موسیقار ہسپانوی جمہوری حکومت کے دفاع میں لڑی جانیوالی خانہ جنگی جو فاشرمتوں نے شروع کی تھی اس میں وہ کشائش کشاں شریک ہوئے اور خندقوں میں بیٹھ کر فاشرمتوں کے خلاف نہ صرف مصروف چہادر ہے بلکہ شعر بھی کہتے رہے۔

چنانچہ اسی خانہ جنگی میں ہسپانوی کے عظیم شاعر رافائل آلبرتی Rafael Alberti نے اپنی رجمت کے بارے میں لکھا تھا۔
 کل میں اپنے گھر کو خیر باد کہہ دوں گا۔
 خدا تمہارا حافظ و ناصر ہو۔
 تم کہاں جا رہے ہو اتنا بتا دو۔

میں پانچویں رجہنٹ میں چار ہاہوں۔

ادھر بہاروں کی دوسری طرف۔

کھیتوں سے دور۔

پانچویں رجہنٹ سے دور۔

ہی میری رجہنٹ ہے تبکی میرا مستقبل ہے۔

ان گنت شاعروں نے آواز بلند کی تھی، گولیاں چلائی تھیں اور گولیاں کھائیں تاکہ
تہذیب زندہ رہے، عقل و دانش پر کئے جانے والے حملے پسپا ہوں۔ لیکن آج 50 سال کے بعد
جب فوت مارا کا دوسرا ترجمہ ہو رہا ہے اس وقت پھر عقل و دانش پر زبردست حملہ ہو رہے ہیں اور
ایک بڑا پہلے سے زیادہ خطرناک اپنی پوری ہونا کیوں کے ساتھ ہماری فضاؤں پر اپنے پنجے کر رہا
ہے۔ یہ علم و دانش، عقل اور فرزائیگی کی بقا کی آخری جنگ ہو گی۔

تیر گی ہے کہ امد تی ہی چلی آتی ہے

شب کی رگ رگ سے لہو پھوٹ رہا ہو

لیکن انسان بڑا ہی عظیم!۔ اس کی جدوجہد لا فانی اور لازوال ہے۔ اسی لیئے توفیض یہ ہی
کہتے ہیں۔

جلد یہ سوط اسaba ب بھی اٹھ جائیگی

خواہ زنجیر چھکتی ہی چھکتی ہی رہے

عبداللہ ملک

فہرست

۷	عرض مترجم
۹	پیش لفظ
۱۳	دیباچہ
۲۵	نئی اشاعت پر مصنف کا دیباچہ
۲۹	فوٹو نامہ را
۳۱	باب ۱
۵۵	باب ۲
۸۹	باب ۳
۱۲۱	باب ۴
۱۳۷	باب ۵
۱۸۱	باب ۶
۱۹۵	باب ۷
۲۲۷	باب ۸

عرض مترجم

غیر ملکی ادبیات سے اپنی زبان میں ترجمہ کرنے کے لئے کسی کتاب کا انتخاب کرتے ہوئے عموماً دو باتوں میں سے ایک بات ملاحظہ ہوتی ہے۔ یا تو وہ کتاب عالمی ادب کا ایسا شاہکار ہو جو ہماری زبان میں نئی راہوں کی رہنمای ہو سکے، اظہار و بیان کا معیار قائم کرے، یا پھر ہماری اپنی صورت حال سے اتنی مطابقت رکھتی ہو کہ ہمیں اس کے ویلے سے اپنے بارے میں ایک نئی اگاہی حاصل ہو۔ اگناز یوسلونے کے اطالوی ناول ”میں دونوں ہی باتیں نظر آتی ہیں۔ 1930ء“ کے عشرے میں سو شلست واقعیت نگاری کا جواندaz عالمی سطح پر سامنے آیا، اس کی ایک شکل ہمارے ہاں ترقی پسند تحریک انسانوی ادب میں نظر آتی ہے۔ مگر ایسی کھردی اور کھڑی حقیقت نگاری اردو ناول میں داخل نہیں ہونے پائی۔ یہ ناول خصوصاً اس لئے قابل توجہ ہے کہ یہ ہمارے انسانوی ادب میں ایسے خلاکی نشاندہی کرتا ہے جو ابھی تک شنسٹیکل ہے۔ یہ ناول ہماری ملکی اور معاشرتی صورت حال سے بہت مشابہت رکھتا ہے، خوفناک اور پریشان کن مطابقت۔ فوتنا مارا، ہمارے اردو گروں موجود ہے (اس ناول کا ترجمہ کرتے ہوئے، کئی بار ایسا ہوا کہ میں اخبار پر ہنے لگا تو مجھے خبریں اتنی مانوس معلوم ہوئیں جیسے فوتنا مار کے صفات سے نکل کر آتی ہوں۔) اس ناول کا یہ اردو روپ ہاروے، فرگون (ثانی) اور ایک موس با کر کے تراجم پرمنی ہے۔ ان دونوں تراجم میں خاصاً اختلاف ملتا ہے، اس لئے میں نے کوشش کی ہے کہ سلوٹ کے اصول پر عمل کرتے ہوئے، اسی کیفیں اور اسی فرمیم پر دوبارہ سے وہی تصویر بنادوں۔

میں ڈاکٹر مبارک علی اور جناب اقبال خان کا ممنون ہوں جنہوں نے اس کتاب کے حوالے سے مجھے یہ سمجھایا کہ فوتنا مار کے باشندوں کو اس سوال کا کہ ہم کیا کر سکتے ہیں۔؟“ ایک جواب یہ یہی ہے کہ ”ترجمہ کرو۔“

آصف فرنخی 14 اگست 1991 کراچی

پیش لفظ

(انگریزی ایڈیشن)

کتابیں بھی لوگوں کی طرح مر جاتی ہیں، ان میں سے بہت تھوڑی سی ہوتی ہیں جن کو مستقل اور مسلسل زندگی ملے۔ مغرب کی تمام ادبی روایتوں میں 30ء کے ان ناولوں میں سے، جن کو ”پروتاوی“ اور ”انقلابی“ کہہ کر سراہا گیا تھا، صرف تین ناول ایسے ہیں جو اپنی قوت کو گنوائے بغیر آج کے دور تک زندہ حالت میں پہنچے ہیں۔ ایک فرانسیسی، ایک امریکی اور ایک اطالوی ناول، جو حیرت انگیز طور پر ایک جیسے ہیں اور نہیں بھی ہیں۔ آندرے مارلو کا ”انسان کی تقدیر“، ”نفسیاتی ناول“ ہے جو تشدد کے عمل کے بارے میں ہے۔ ایسا عمل جو بتاتا ہے کہ سیاسی قتل ہوئے کیا محسوس ہوتا ہے۔ مزدوروں کو بغاوت پر اکساتے ہوئے کیا محسوس ہوتا ہے، اس وقت کیا محسوس ہوتا ہے جب یہ بغاوت غداری کا شکار ہو جائے اور اجتماعی موت میں ہزاروں مزدوروں کے ساتھ موت کو گلے لگایا جائے۔ مزدور یہاں بھی موجود ہیں مگر پس منظر میں ہیں۔ اس لئے کہ مارلو کی دلچسپی کا محور یہ ہے کہ ان کے لیڈر — خاص طور پر کا یو۔ انقلابی شعور کے مثالی نمونوں کے طور پر کیسے ہیں۔ شائن بیک کے Grapes of wrath میں لیڈر اتفاقاً ہیں کہ دکھ جھیلتے ہوئے عوام کی ضرورتوں نے انہیں پیدا کر دیا ہے، جس عوام کی نمائندگی کا فریضہ — مگر، ہبھی کا نہیں۔ جوڑ خاندان انجام دے رہا ہے۔ عوام ہی شائن بیک کے ہیرو ہیں۔ اس کا یہ ناول جونقادوں کی بازیافت کے بغیر زندہ ہے آس اسٹرپر نکلے ہوئے ہیں۔

”فونتمارا“ بھی دھرتی سے اکھڑے ہوئے لوگوں کا اس طوپ ہے، مگر اس کا تعلق دوسری رویت سے ہے۔ یہ ناول (یا اس کی ابتدائی صورت) ازمنہ سطھی کی ان حکایتوں کی یاددالاتا ہے جو کسانوں اور شیطان سے متعلق ہیں۔ ان حکایتوں میں کسان ہمیشہ حد سے زیادہ احمق اور ناواقف ہوتے ہیں، مگر اپنے ڈھنگ سے چالاک بھی ہوتے ہیں۔ شیطان ہوشیاری اور مکاری کا پتلا ہوتا ہے۔ اور بعض مرتبہ پادری اس کی مدد کرتا ہے، مگر آخر میں شکست اٹھاتا ہے فونتمارا میں یہ فاتحانہ انجام نہیں دکھایا جاسکتا تھا، اس لئے کہ یہ ناول 1930ء میں لکھا گیا جب مولینی